AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

اخلاقی اقدار ورواداری کے فروغ میں صوفیاء کرام کا منہج وتعلیمات: ایک تحقیقی مطالعہ

The Methodology and Teachings of Sufi Saints in Promoting Moral Values and Tolerance: A Research Study

* **Hafiz Muhammad Ajmal Mustafai**
Preacher, Idara tul-Mustafa International & HOD, Al-Mustafa Islamic Centers *(Department of Hifz-ul-Qur'an), Lahore.*
M.Phil. in Islamic Studies, The University of Lahore*, Lahore*
(Email: muhammadajmalmustafai1011@gmail.com)
* **Dr. Irfan Jafar**
Assistant Prof., Department of Islamic Studies, Green International University, Lahore
(Email: i.z03035040887@gmail.com)

Abstract

Morality and tolerance have always been essential elements for the well-being of any society. However, a significant challenge in contemporary times is the lack of patience and forbearance among individuals. People are quick to criticize others' shortcomings while often ignoring their own faults. It has become common to consider it a right to speak ill of others, yet when faced with even truthful criticism, people react with hostility and anger. Sufism teaches the virtues of patience and tolerance, enabling individuals to endure difficulties with grace and develop strong, admirable personalities .One of the major social ills of the present age is linguistic, ethnic, and religious prejudice, which fuels violence, terrorism, and societal discord - causes of grief for all empathetic hearts. The sincere Sufi saints have always opposed such prejudices and promoted the universal lesson of humanity. They reject discrimination based on belief, language, or ethnicity, embodying the spirit of Islam that advocates religious tolerance, broad-mindedness, and generosity. Islam regards all humans as brothers, descendants of Adam and servants of the Compassionate and Merciful God. The attribute of divine mercy encompasses believers, non-believers, polytheists, and atheists alike, fostering a spirit of universal human kindness .Islam abolishes national pride, linguistic bias, and racial discrimination, distinguishing instead between the righteous and the wrongdoers, the people of truth and falsehood, thus maintaining the continuity of humanity and the true essence of Islam. Therefore, Islam appeals to all with sound hearts, serving not only as a religion but as a source of wisdom, truth, and ethical conduct. Treating creation with compassion and equality without discrimination is the very soul of Islam .This study titled ***"The Methodology and Teachings of Sufi Saints in the Promotion of Moral Values: A Research and Analytical Study"*** *aims to comprehensively explore the approach and teachings of Sufi saints in fostering moral values in society.*

Key Words: *Sufi Saints, Moral Values, Patience and Tolerance, Social Harmony, Islamic Teachings, Islamic Ethics.*

تعارفِ موضوع

ہر دور میں اخلاقی اقدار اور رواداری کسی بھی مہذب معاشرے کی بنیاد سمجھی گئی ہیں، لیکن عصرِ حاضر میں ان اقدار کی شدید کمی محسوس

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

کی جا رہی ہے۔ معاشرتی عدم برداشت، لسانی و مذہبی تعصب، اور انتہا پسندی نے انسانی اقدار کو مجروح کیا ہے۔ ایسے میں صوفیاء کرام کی تعلیمات ایک روشن مینار کی حیثیت رکھتی ہیں جو انسان دوستی، بردباری، محبت، اور اخلاص کا درس دیتی ہیں۔ صوفیاء نے اپنی عملی زندگی اور اقوال کے ذریعے معاشرے میں اخلاقِ حسن، رواداری، اور عدل و انصاف کی وہ مثالیں قائم کیں جن سے آج بھی راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ زیرِ نظر مقالہ میں اسی پہلو کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے کہ صوفیاء کرام نے کس منہج اور طریقہ سے اخلاقی اقدار کو فروغ دیا اور انسانیت کو ایک ایسا پیغام دیا جو مذہب، قوم، زبان اور نسل سے بالاتر ہو کر ہر دل میں جگہ پاتا ہے۔

عصرِ حاضر کے انسان کو جن سب سے بڑی معاشرتی و اخلاقی مشکلات کا سامنا ہے ان میں عدم برداشت، تعصب، اور انتہاپسندی سرفہرست ہیں۔ ہر فرد دوسروں کی خامیوں کو نشانہ بنانے کے لیے تیار ہے، لیکن خود احتسابی کا مادہ ختم ہوتا جا رہا ہے۔ ایسے ماحول میں صوفیاء کرام کی تعلیمات وقت کی اہم ترین ضرورت بن چکی ہیں۔ ان بزرگوں نے محبت، تحمل، عاجزی، اور انسانی برابری کے اصولوں پر معاشرتی اصلاح کی۔ ان کا منہج ظاہری اقوال سے زیادہ عملی نمونہ تھا، جو آج کے نوجوانوں، معاشرتی رہنماؤں، اور تعلیمی اداروں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

اس موضوع پر تحقیق کی ضرورت اس لیے بھی بڑھ گئی ہے کہ موجودہ نسل کو اپنی تہذیبی و روحانی وراثت سے آگاہی دی جائے، تاکہ وہ مادیت پرستی، نفرت، اور تعصب کے اندھیروں سے نکل کر ایک معتدل، پرامن اور اخلاقی معاشرہ تشکیل دے سکیں۔

سوالاتِ تحقیق

- صوفیاء کرام کا تصورِ اخلاق کیا تھا اور وہ کن بنیادی اصولوں پر قائم تھا؟
- صوفیاء کرام نے اپنی تعلیمات کے ذریعے رواداری اور انسان دوستی کو کس طرح فروغ دیا؟
- صوفیانہ منہج اور تعلیمات میں اخلاقی تربیت کا طریقہ کار کیا تھا؟
- عصرِ حاضر کے معاشرتی تناظر میں صوفیاء کرام کی تعلیمات کس حد تک قابلِ عمل اور مؤثر ہو سکتی ہیں؟
- صوفیاء کرام کی تعلیمات کس طرح نسل، زبان، اور مذہب کے تعصبات کو ختم کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہیں؟

مقاصدِ تحقیق

- صوفیاء کرام کے اخلاقی منہج اور اس کے بنیادی اصولوں کا جائزہ لینا۔
- اخلاقی اقدار کے فروغ میں صوفیاء کے کردار اور اثرات کو اجاگر کرنا۔
- صوفی تعلیمات کو عصرِ حاضر کے مسائل سے جوڑ کر ان کے حل کے امکانات تلاش کرنا۔
- نسل، زبان، اور مذہب کی بنیاد پر پیدا ہونے والے تعصبات کے خاتمے میں صوفی منہج کی افادیت کو واضح کرنا۔
- موجودہ تعلیمی و تربیتی نظام میں صوفیانہ اخلاقیات کے اطلاق کی راہیں تلاش کرنا۔

تصوف کے معنیٰ و مفہوم

تصوف، اسلامی تہذیب و روحانیت کا وہ درخشاں پہلو ہے جو انسان کو باطن کی صفائی، قلبی پاکیزگی اور حسنِ اخلاق کی راہوں پر گامزن کرتا ہے۔ یہ محض ایک فکری نظام نہیں بلکہ ایک جامع طرزِ حیات ہے جس کا مقصد بندے کو خالق سے جوڑنا، اس کی ذات کو نفسانی

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

آلائشوں سے پاک کرنا اور مخلوقِ خدا کے ساتھ حسنِ سلوک کو فروغ دینا ہے۔ صوفیاء کرام نے ہمیشہ تصوف کی حقیقت کو رسمی اور سطحی تعریفات سے بلند رکھتے ہوئے اس کے روحانی اور اخلاقی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ سید علی بن عثمان ہجویریؒ، جو برصغیر کے معروف صوفی اور صاحبِ کشف المحجوب ہیں، تصوف کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس لفظ کی مختلف تشریحات کی گئی ہیں، تاہم "صفا" یعنی پاکیزگی اس کی نہایت جامع اور لطیف تعبیر ہے۔ ان کے مطابق، صوفی وہ ہوتا ہے جو اپنے اخلاق و عادات کو نفسانی کثافتوں سے پاک کر کے لطافت اور تہذیب کا پیکر بن جاتا ہے۔[1] اسی ضمن میں مرتعش کا قول ہے کہ "تصوف حسنِ اخلاق کا نام ہے"، اور حضرت علی ہجویریؒ اس حسنِ اخلاق کو تین پہلوؤں میں بیان کرتے ہیں:

- اللہ کے ساتھ حسنِ خلق: یعنی ریاکاری سے دور ہو کر خالص اطاعت۔
- مخلوق کے ساتھ حسنِ خلق: یعنی بڑوں کا احترام، چھوٹوں پر شفقت، اور انصاف سے مزین برتاؤ۔
- اپنے نفس کے ساتھ حسنِ خلق: یعنی نفس کی خواہشات اور شیطانی ترغیبات کو قابو میں رکھنا۔[2]

شیخ ابو عبداللہ ساحیؒ نے اولیائے کرام کی پہچان اُن کی باطنی خوبصورتی اور عملی نرمی سے جوڑی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس شخص میں نرم گفتاری، خوش اخلاقی، مسکراتا چہرہ، درگزر، اور ہمدردی جیسی صفات ہوں، وہی حقیقی ولی اللہ ہے۔[3] تصوف کا اصل جوہر قرآن و سنت کی مکمل پیروی اور دل کی پاکیزگی میں پوشیدہ ہے۔ یہ ایک ایسا حیات بخش نظام ہے جس میں صدق، توکل، عجز اور خلوص جیسے اوصاف نمایاں ہوتے ہیں۔ صوفی اپنی تمام تر توجہ رضائے الٰہی، تزکیہ نفس، اور مخلوق سے حسنِ سلوک پر مرکوز رکھتا ہے۔ اس کی زندگی کا ہر لمحہ عبادت، خدمت اور خیر خواہی سے عبارت ہوتا ہے۔[4] ابن خلدون کے نزدیک تصوف کا مقصود بندگی کی انتہاؤں کو چھونا اور دنیاوی آسائشوں سے کنارہ کشی اختیار کرنا ہے۔ وہ تصوف کو ایک ایسی کیفیت قرار دیتے ہیں جو انسان کو خالص عبادت، خلوت نشینی، اور دنیوی لذتوں سے کنارہ کشی کی طرف لے جاتی ہے۔[5]

یہ حقیقت ہے کہ تصوف ایک ایسا روحانی نظام ہے جس کے ذریعے فرد کی تربیت ہوتی ہے اور وہ نہ صرف خود پرامن بن جاتا ہے بلکہ اپنی موجودگی سے معاشرے میں بھی امن اور محبت کا ماحول پیدا کرتا ہے۔ تاہم، بعض اوقات اس رجحان میں ایسا غلو پایا گیا ہے کہ اہلِ تصوف نے مادی ضروریات سے مکمل کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اسلام نے اس میں توازن پیدا کیا اور مادیت و روحانیت کے درمیان اعتدال کا درس دیا۔ صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین نے اسی متوازن طرزِ حیات کو اپنایا۔

اسلامی تاریخ میں وہ دور بھی آیا جب خوشحالی، علم، اور فلسفے کی طرف رجحان نے دین کے روحانی پہلو کو ثانوی حیثیت دے دی۔ بعض طبقات مال و دولت میں مشغول ہو گئے، کچھ فلسفے اور منطق میں ایسے الجھے کہ دین کے سادہ اور روشن اصول ان کی نظروں سے اوجھل

(1) ہجویری، سید علی بن عثمان، **کشف المحجوب**، اردو ترجمہ: گنج مطلوب، مترجم عبد الحمید، (لاہور: ناشران قرآن)، ص،74۔

(2) کشف المحجوب، ص،89-90۔

(3) دارشکوہ، سفینۃ الاولیاء، بحوالہ انعام الحق کوثر، تذکرہ صوفیائے بلوچستان، (لاہور، مرکزی اردو بورڈ،1976ء)، ص19۔

(4) سلطان الطاف علی، **مختصر تاریخ تصوف اور صوفیائے بلوچستان**، (لاہور: الفیصل،2011ء)، ص12۔

(5) ابن خلدون، عبدالرحمن، المقدمۃ ابن خلدون ، ترجمہ سعد حسن خان، (کراچی: میر محمد کتب خانہ)، ص،446۔

ہو گئے۔ اسی طرح فقہاء کی ایک جماعت ظاہری احکام کی تفصیلات میں اس قدر منہمک ہو گئی کہ دین کے باطنی اور اخلاقی پہلو کو فراموش کر بیٹھی۔ ایسے میں ایک ایسا طبقہ وجود میں آیا جس نے اس روحانی خلا کو پُر کیا۔ یہ صوفیاء کرام کا طبقہ تھا، جنہوں نے تزکیہ نفس، صفائے باطن، اور زہد و تقویٰ کو اپنا شعار بنایا اور امت کو ان صفات کی طرف راغب کیا۔(1)

الغرض، تصوف کا حقیقی مقصد باطنی اصلاح، اخلاقی بلندی اور اللہ تعالیٰ کی محبت سے دل کو معمور کرنا ہے۔ جب انسان اندر سے پاک ہو جاتا ہے تو اس کے رویے، کردار اور معاملات میں خود بخود نرمی، شفقت، رواداری اور عدل کا رنگ جھلکنے لگتا ہے۔ یہی تصوف کی اصل روح ہے جو فرد کو نہ صرف خود بااخلاق بناتی ہے بلکہ اسے معاشرے کے لیے امن کا سفیر بھی بناتی ہے۔ تصوف، اسلام کے روحانی و اخلاقی پیغام کا عملی مظہر ہے۔ یہ دل کی تطہیر، نفس کی اصلاح، اور مخلوق سے حسنِ سلوک کا ایسا راستہ ہے جس پر چل کر انسان نہ صرف اللہ کا محبوب بندہ بن سکتا ہے بلکہ معاشرے میں امن، رواداری، اور اخوت کے پیغام کو عام کر سکتا ہے۔ صوفیاء کرام کی تعلیمات آج بھی انسانیت کے لیے ایک عظیم اخلاقی و روحانی سرمایہ ہیں۔

اولیاء وصوفیاء کی فضیلت قرآن وحدیث کی روشنی میں

اولیاء وصوفیاء کرام کی فضیلت اور ان کی اعلیٰ صفات، حسنِ اخلاق و کردار قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں بارہا ذکر ہوئی ہیں۔ ان کے فضائل نہ صرف دینی بلکہ معاشرتی لحاظ سے بھی باعث رہنمائی ہیں۔ ذیل میں چند اہم آیات واحادیث کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو ان کی صفات اور مقام کو واضح کرتی ہیں:

- اولیاء اللہ پر کسی بھی قسم کا خوف ورنج نہیں ہوتا ہے۔ اس بارے میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

((اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ)) (2)

”آگاہ ہو جاؤ! اللہ کے دوستوں (اولیاء) پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے“

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ نہ دنیا کے خوف میں مبتلا ہوتے ہیں اور نہ رنج و غم کے مارے ہوتے ہیں۔ وہ ایمان اور تقویٰ کے ساتھ زندگی گزارتے ہوئے ظلم و ستم سے بچتے ہیں اور معاشرے میں امن وامان کا درس دیتے ہیں۔

- اولیاء اللہ کی زندگی عاجزی اور حسن سلوک کی تعلیمات پر مبنی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اولیاء کو ایسے بندے قرار دیا جو زمین پر نرم دلی اور عجز کے ساتھ چلتے ہیں:

((وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا)) (3)

”اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی اور نرمی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب ان سے مخاطب ہوتے ہیں جاہل لوگ تو وہ ان کو سلام کہہ دیتے ہیں۔“

یہ صفات اولیاء کی وہ نشانیاں ہیں جو ان کے کردار کو نرمی، رواداری اور صبر و تحمل کی مثال بناتی ہیں۔

(1) یوسف القرضاوی، ڈاکٹر، الفتاوی، (اردو ترجمہ) مترجم، سید اصغر فلاحی، (لاہور: دار النوادر، 2005ء)، ج1، ص354-356۔

(2) یونس، 62-63۔

(3) الفرقان، 63۔

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

- اولیاء وصوفیاء کرام کی تعلیمات ظلم، زیادتی، اذیت و تکلیف کی منافی پر مبنی ہوتی ہیں۔ قرآن مجید میں واضح فرمایا گیا کہ مومنین پر ظلم کرنے والے کے لیے جہنم کی سزا ہے:

((إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ)) [1]

یہ تعلیم اولیاء وصوفیاء کی امن و محبت کی تعلیمات کی بنیاد ہے کہ وہ ہر قسم کے تشدد اور ظلم کی مذمت کرتے ہیں۔

صوفیاء کرام کی تعلیمات کا بنیادی عنصر خیر و بھلائی کا فروغ ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيحَ لِلْخَيْرِ مَغَالِيقَ لِلشَّرِّ، وَإِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيحَ لِلشَّرِّ مَغَالِيقَ لِلْخَيْرِ، فَطُوبَى لِمَنْ جَعَلَ اللَّهُ مَفَاتِيحَ الْخَيْرِ عَلَى يَدَيْهِ، وَوَيْلٌ لِمَنْ جَعَلَ اللَّهُ مَفَاتِيحَ الشَّرِّ عَلَى يَدَيْهِ"

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض لوگ خیر کی کنجی اور برائی کے قفل ہوتے ہیں اور بعض لوگ برائی کی کنجی اور خیر کے قفل ہوتے ہیں، تو اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے خیر کی کنجیاں رکھ دیں ہیں، اور اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جس کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے شر کی کنجیاں رکھ دی ہیں۔" [2]

اولیاء وصوفیاء وہ لوگ ہیں جو خیر کی روشنی بانٹتے اور شر کو روکنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

- صوفیاء کرام کی تعلیمات میں سب سے بنیادی چیز انسانیت کی خیر خواہی ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "اللہ کے محبوب ترین بندے وہ ہیں جو لوگوں کے دلوں میں اللہ کی محبت ڈالیں اور لوگوں کی خیر خواہی کریں" اولیاء کرام انسانیت کی خدمت کرتے ہیں اور ہر دل میں محبت و امن کا چراغ جلائے رکھتے ہیں۔
- صوفیاء کرام تقویٰ و پرہیز گاری کا نمونہ ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تمام اہل تقویٰ میری آل میں سے ہیں" اور فرمایا: "اِنَّ أَوْلِيَاءَهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ" [3] اولیاء وہی ہیں جو تقویٰ اور اللہ کی خوف کے راستے پر چلتے ہیں۔
- صوفیاء کرام شریعت اور طریقت ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ صوفیاء ہمیشہ قرآن و سنت کی تعلیمات کو اپناتے اور شریعت کی پاسداری کرتے ہوئے طریقت کے ذریعے اپنی نفوس کی تزکیہ کرتے ہیں۔ ان کا ایمان اور عمل قرآن کی آیت: "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ" [4] کی عملی تفسیر ہے۔

---

(1) البروج، 10۔

(2) ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، كِتَابُ السُّنَّةِ، بَابُ مَنْ كَانَ مِفْتَاحًا لِلْخَيْرِ، رقم الحدیث: ۲۳۷۔

(3) الانفال: 34۔

(4) الذاریات: 56۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

صوفیاء کی عملی زندگی اور ان کی تعلیمات

حضرت داتا گنج بخشؒ، حضرت نظام الدین اولیاءؒ، حضرت بایزید بسطامیؒ جیسے صوفیاء نے نہ صرف اپنی زندگیاں اسلام کی حقیقی روح اور امن و محبت کی تعلیمات کی ترجمانی میں گزاری بلکہ معاشرے میں رواداری، اخوت، عاجزی اور خدمت خلق کے بہترین نمونے قائم کیے۔ ان کی تعلیمات کا محور شریعت کی پیروی اور محبت و انسانیت کی خدمت تھا۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں اولیاء و صوفیاء کرام کی فضیلت اور حسن اخلاق کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ وہ امن، محبت، اور تقویٰ کے اعلیٰ نمونے ہیں جن کی تعلیمات کو فروغ دے کر موجودہ معاشرتی و اخلاقی بحرانوں سے نکلنے کا راستہ تلاش کیا جاسکتا ہے۔ ان کی تعلیمات انسانیت کی خدمت، رواداری اور بھائی چارہ کی تبلیغ کرتی ہیں جو آج کے دور میں نہایت ضروری ہیں۔

صوفیاء کرام کا منہج و تعلیمات

اسلام امن، سلامتی، محبت، رواداری اور انسانی اقدار کا علمبر دار دین ہے۔ اس کے پیغام کا محور و مرکز نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام انسانیت کے لیے خیر خواہی ہے۔ قرآن مجید اور سیرتِ نبوی ﷺ ان اقدار کی روشن مثالیں پیش کرتے ہیں، اور انہی تعلیمات کو بنیاد بنا کر صوفیاء کرام نے عملی زندگی میں اخلاقی اقدار کے فروغ کو ممکن بنایا۔ صوفیاء کی زندگی اور تعلیمات اسلامی روحانیت، اخلاقی بالیدگی، اور معاشرتی ہم آہنگی کا مظہر ہیں۔

قرآن و سنت کی روشنی میں امن و سلامتی کا پیغام

اسلام کے بنیادی تصورات ہی امن اور سلامتی پر استوار ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ط)) (1)

"اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اس کو پناہ دو یہاں تک کہ کلام خدا سننے لگے پھر اس کو امن کی جگہ واپس پہنچادو۔ اس لئے کہ یہ بیخبر لوگ ہیں۔"

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام کا پیغام ہر اس انسان کے لیے ہے جو پناہ اور امن کا خواہاں ہو، خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ کو "رحمت للعالمین " کے طور پر بھیجا گیا، اور آپ ﷺ کی پوری حیات طیبہ امن، محبت اور اخلاق کے اعلیٰ ترین نمونوں سے بھری ہوئی ہے۔

صوفیاء کرام کا منہج خالصتاً قرآن و سنت اور سیرتِ نبوی ﷺ پر مبنی ہوتا ہے۔ ان کا طریقہ کار خارجی مظاہر سے زیادہ باطنی اصلاح پر مرکوز ہوتا ہے۔ وہ تزکیہ نفس، سلوک، معرفت، عاجزی، تواضع، اور قربِ الٰہی جیسے روحانی مدارج کے ذریعے فرد کو نہ صرف اللہ کے قریب کرتے ہیں بلکہ معاشرے میں اعلیٰ اخلاقی اقدار بھی راسخ کرتے ہیں۔

صوفیاء کرام کی تعلیمات: اخلاق، محبت اور انسان دوستی

صوفیاء نے دین کی اصل روح کو اپناتے ہوئے اخلاق، انسان دوستی اور محبت کو مرکز بنایا۔ ان کے ہاں مسلک و مذہب کی تفریق نہیں، رنگ و نسل کی امتیاز نہیں، امیر و غریب کی تمیز نہیں۔ صوفی کسی سے اس کی شناخت نہیں پوچھتا، بلکہ ہر انسان سے محبت کرتا

(1) التوبہ:6۔

ہے۔ یہی وہ جوہر ہے جو ان کے منہج کو قابلِ تقلید بناتا ہے۔ صوفیاء نے خانقاہوں کے ذریعے ایک ایسا روحانی، تربیتی، اور سماجی نظام قائم کیا جس نے معاشرے کو اخوت، رواداری، ایثار، مساوات اور امن کا گہوارہ بنا دیا۔ خانقاہیں صرف عبادت گاہیں نہیں تھیں بلکہ علم، اخلاق اور اصلاحِ باطن کے مراکز تھیں۔ صوفیاء کی خانقاہوں میں عام لوگوں کو تربیت دی جاتی، غریبوں کو کھانا کھلایا جاتا، خواتین کے لیے تعلیم و تربیت کے مراکز قائم کیے جاتے، دیگر مذاہب کے افراد کے ساتھ حسنِ سلوک روا رکھا جاتا۔

صوفیاء کا روحانی منہج اور معرفتِ الٰہی

صوفیاء کرام معرفتِ الٰہی کے لیے تزکیۂ نفس، مجاہدہ، ریاضت، ذکر، اور مراقبہ کو ذریعہ بناتے ہیں۔ ان کی زندگی میں سادگی، انکساری، اور دنیا سے بے رغبتی نمایاں ہوتی ہے۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ نے معرفت کی راہ کو سیپ اور رحمت کے قطرے سے تشبیہ دی، جو اس بات کا اظہار ہے کہ صوفی کا دل صرف اللہ کی رضا کا متلاشی ہوتا ہے۔ صوفیاء کے نزدیک اخلاص، لگن، تڑپ، اور آہ و زاری قربِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ حضرت جنید بغدادیؒ کا واقعہ اس بات کی بہترین مثال ہے کہ محض ظاہری الفاظ سے نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے کی گئی دعا ہی بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوتی ہے۔

صوفیاء: امن کے حقیقی سفیر

صوفیاء کرام نے اپنے کردار اور گفتار سے دنیا کو پیغام دیا کہ اسلام انتہا پسندی نہیں بلکہ امن، سلامتی، محبت، اور برداشت کا دین ہے۔ ان کی تعلیمات نے لاکھوں دلوں کو فتح کیا، اور انسانوں کے باطن کو پاکیزگی عطا کی۔ شاہ عبد اللطیف بھٹائی، خواجہ نظام الدین اولیاء، بابا فرید گنج شکر، داتا گنج بخش، حضرت مجدد الف ثانی جیسے صوفیاء نے روحانیت کے ذریعے انسانوں کو جوڑا اور اسلام کا پیغام اخلاق و محبت عام کیا۔ صوفیاء کرام نے معاشرتی تربیت کے ساتھ ساتھ خواتین کی تعلیم و اصلاح کے مراکز بھی قائم کیے، جو اس وقت کا انقلابی قدم تھا۔ ان کا مقصد معاشرے کے ہر فرد کو روحانی اور اخلاقی تربیت دینا تھا۔ ان کی تعلیمات کا محور اللہ کی محبت اور انسان سے حسنِ سلوک ہے۔ وہ اخلاقی اصلاح کو دین کی اصل روح سمجھتے ہیں۔ ان کے ہاں امن، برداشت اور محبت صرف وعظ کا موضوع نہیں، بلکہ عملی زندگی کا حصہ ہے۔ ان کی خانقاہیں اخلاقی تربیت گاہیں تھیں، نہ کہ محض رسوم و عبادات کی جگہ۔ صوفیاء کرام کی تعلیمات آج کے پرفتن، انتشار زدہ، اور مادہ پرستانہ دور میں امن، سکون اور روحانی بالیدگی کا نسخہ شفا ہیں۔ ان کا منہج ہمیں سکھاتا ہے کہ انسانیت کی خدمت، اخلاق کا فروغ، اور باطن کی اصلاح ہی دینِ اسلام کا اصل پیغام ہے۔ صوفیاء کرام کے افکار و تعلیمات ایک ایسی روشنی ہیں جو تاریکیوں میں بھی راہ دکھاتی ہیں۔

اخلاق کے فروغ میں صوفیاء کا منہج

اخلاق انسانی شخصیت کی بنیاد اور تمدنِ انسانی کی روح ہے۔ صوفیاء کرام کی تعلیمات میں اخلاق و کردار کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ان کے نزدیک انسانیت کی معراج صرف عبادات و ظاہری ریاضات میں نہیں، بلکہ حسنِ اخلاق، نرمی، درگزر اور سلوکِ حسنہ میں ہے۔ ان کی نظر میں ہر فرد، خواہ وہ کسی بھی مذہب، رنگ، نسل یا علاقے سے تعلق رکھتا ہو، مخلوقِ خدا ہے اور اسی رشتۂ تخلیق کی بنیاد پر لائقِ عزت و احترام ہے۔

صوفیانہ تعلیمات میں دل کی وسعت، رواداری اور ہمہ گیر انسان دوستی جیسے اوصاف جابجا نظر آتے ہیں۔ صوفی کا دل کینہ، تعصب اور

نفرت سے خالی ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کو اپنی محبت، نرمی اور حسنِ سلوک سے اپنی جانب مائل کرتا ہے۔ ان کے کردار کی یہی کشش تھی جس نے لاکھوں دلوں کو تسخیر کیا اور اسلام کے حقیقی پیغام کو دلوں تک پہنچایا۔

ابن منظور کے مطابق، "خُلق" انسان کی وہ باطنی ہیئت ہے جو اس کے افعال و اقوال میں فطری طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں'': خُلق اور خَلق کا معنی فطرت اور طبیعت ہے، انسان کی باطنی صورت کو، مع اس کے اوصاف اور مخصوص معانی کے، خُلق کہتے ہیں، جس طرح اس کی ظاہری شکل و صورت کو خَلق کہا جاتا ہے''[1] اور اسی مفہوم کو امام غزالی نے نہایت سادہ اور عالمانہ انداز میں یوں بیان کیا'': خُلق وہ ہیئتِ راسخہ ہے نفس میں، جس سے افعال بلا فکر و تامل صادر ہوں۔ اگر یہ ہیئت ایسے افعال پر منتج ہو جو عقلاً اور شرعاً عمدہ ہوں تو یہ خلقِ حسن کہلاتی ہے، اور اگر برے افعال جنم دے تو خلقِ سیء شمار کی جاتی ہے[2]

اسلام نے اخلاقیات کو محض ایک سماجی آداب کا مجموعہ نہیں سمجھا بلکہ اسے دین کا بنیادی ستون قرار دیا۔ قرآن و سنت کی تعلیمات میں اخلاق کو اس درجہ اہمیت دی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی "مکارم اخلاق کی تکمیل " بتایا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق**[3]

آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ آپ نے اپنی دعوت کا آغاز خُلقِ حسنہ سے کیا، نہ کہ صرف مناظروں یا سخت تنقید سے۔ مکہ کی تنگ دامنی، قریش کی دشمنی اور ظلم کے باوجود آپ ﷺ کا رحم و درگزر اور حلم و تحمل ایسا تھا کہ دشمن بھی آپ کے اخلاق کے گرویدہ ہو گئے۔ چنانچہ ابو سفیان، ہندہ، عکرمہ بن ابو جہل جیسے سرکردہ مخالفین بھی انہی اخلاقی رویوں کی بدولت دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

سید سلیمان ندوی اخلاق کی وسعت کو کچھ یوں بیان کرتے ہیں: ''اخلاق سے مراد بندوں کے باہمی تعلقات اور فرائض کی وہ صورت ہے جنہیں ادا کرنا ہر انسان کے لیے ضروری ہے۔ انسان کا ہر شے سے تعلق ہے اور ان تعلقات کو حسن و خوبی سے نبھانا ہی اخلاق ہے۔[4] نبی کریم ﷺ کی دعاؤں میں بھی حسنِ اخلاق کی طلب نمایاں تھی۔ جیسا کہ آپ ﷺ نمازِ تہجد میں فرمایا کرتے": **واهدني لاحسن الاخلاق، لايهدى لاحسنها الا انت، واصرف عنى سيئاتها، لايصرف عنى سيئاتها الا انت**[5]" اے میرے رب! مجھے بہترین اخلاق کی طرف ہدایت دے، ان کی ہدایت تو صرف تو ہی دے سکتا ہے، اور مجھے برے اخلاق سے دور کر دے، ان سے صرف تو ہی دور رکھ سکتا ہے۔"

اخلاق کا سب سے بڑا پیمانہ باطن کی گواہی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت وابصہ بن معبدؓ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا'': اے وابصہ!

---

(1) ابن منظور، ابو الفضل جمال الدین الافریقی، لسان العرب، بیروت، دار صادر، ج10، ص86-87۔
(2) امام غزالی، احیاء علوم الدین، ترجمہ: مذاق العارفین، ج3، ص59۔
(3) البخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، الادب المفرد، الاخلاق والبروالصلة، رقم الحدیث:273۔
(4) سید سلیمان ندوی، **سیرت النبی**، (کراچی، دارالاشاعت، 1985ء)، ج9، ص6۔
(5) القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب صلوۃ المسافرین وقصربا، باب صلوۃ النبی ﷺ ودعاؤہ باللیل
،

اپنے دل سے فتویٰ لیا کرو، نیکی وہ ہے جس سے دل مطمئن ہو، اور گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹک پیدا کرے، خواہ لوگ کچھ بھی کہیں''[1]
اسی طرح آپ ﷺ نے گناہوں کے اثرات اور قلبی شفافیت کے تعلق کو اس طرح بیان فرمایا'': جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ پڑتا ہے، اگر وہ توبہ کر لے تو وہ نکتہ زائل ہو جاتا ہے، اور اگر وہ گناہ پر اصرار کرے تو وہ سیاہی دل پر چھا جاتی ہے[2]'' خالد علوی اس حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں'': آپؐ کی تعبیر نے جہاں گناہ کے اثرات کو واضح کیا، وہاں اس سے نجات کا ذریعہ بھی بتایا، اور وہ ذریعہ توبہ اور رجوع الی اللہ ہے، جس سے دل کی سیاہی ختم اور باطن اجلا ہو جاتا ہے)''[3] صوفیاء کرام، جو سیرتِ نبویؐ کے آئینہ دار ہیں، اخلاقِ حسنہ کو اپنے طریقِ تربیت کا مرکز بناتے ہیں۔ شیخ ابو محمد جریریؒ کے مطابق ": تصوف اعلیٰ اخلاق کو اپنانے اور رذیل اخلاق کو چھوڑ دینے کا نام ہے"۔ ابن عطاءؒ فرماتے ہیں کہ انسان کے مراتب و مقام کا اصل معیار حسنِ اخلاق ہے، نہ کہ صرف عبادات و ریاضات۔ وہ فرماتے ہیں کہ نفس کو برے اخلاق سے بچانا اور پسندیدہ صفات سے مزین کرنا ہی اصل تصوف ہے۔
عزالدین نسفیؒ کے نزدیک تو اخلاقیات اس درجہ بلند ہیں کہ وہ کہتے ہیں": تحمل از ہمہ، تواضع باہمہ، عزت داشت ہمہ و شفقت بر ہمہ، اخلاقِ انبیاء و اولیاء است"۔ ''سب کے ساتھ برداشت، تواضع، عزت اور شفقت کے ساتھ پیش آنا، انبیاء و اولیاء کا اخلاق ہے'' شمس تبریز فرماتے ہیں": اگر دوزخ سے نجات چاہتے ہو تو خدمت خلق کرو، اور اگر جنت چاہتے ہو تو عبادتِ حق بجالاؤ"[4]
صوفیاء کرام کے نزدیک اخلاق صرف معاشرتی آداب یا سماجی مہارت نہیں، بلکہ بندگی کا بلند ترین درجہ اور روحانیت کی اصل علامت ہے۔ ان کے نزدیک ریاضات و عبادات کی اصل روح اخلاقِ حسنہ میں پنہاں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ہمیشہ اپنے کردار، سچائی، نرمی، حلم، صبر اور خدمتِ خلق سے دلوں کو فتح کیا۔ تصوف کا اخلاقی منہج انسان کو نہ صرف انفرادی طہارت عطا کرتا ہے بلکہ ایک مثالی سماج کی تشکیل میں بھی بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ رواداری ایک ایسا وصف ہے جو انسانی معاشرے میں امن، اخوت، اور باہمی احترام کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ لغوی اعتبار سے رواداری کے معنی تحمل، برداشت، اور وسعتِ قلب کے ہیں، جب کہ اصلاحی مفہوم میں یہ فکری، مذہبی، نسلی، لسانی اور تہذیبی اختلافات کے باوجود دوسرے کے وجود کو تسلیم کرنے، اس کے عقائد اور نظریات کو برداشت کرنے اور احترام دینے کے رویے کو کہا جاتا ہے۔
اسلامی تعلیمات میں رواداری کو نہایت بنیادی اخلاقی قدر کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ قرآن کریم اور سنتِ نبویؐ کی روشنی میں یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اسلام نے انسانوں کے باہمی تعلقات میں وسعتِ قلبی، درگزر، نرمی اور عدل و انصاف کو ہمیشہ فوقیت دی ہے۔ قرآن مجید کا یہ ارشاد کہ:((وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ، وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ)) [5] واضح طور پر اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ غصے کو پی جانا اور دوسروں کو معاف کرنا اللہ تعالیٰ کو محبوب ترین عمل ہے۔

---

(1) الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمن، السنن، کتاب البیوع، باب دع ما يريبك الی مالا يريبك، رقم الحدیث:2569۔
(2) ترمذی، محمد بن عیسی، ابوعیسی، السنن، ابواب التفسير، سورة المطففين، رقم الحدیث:3334۔
(3) خالد علوی، ڈاکٹر، **خلق عظیم**، (اسلام آباد، دعوہ اکیڈمی، 2005ء)، ص30۔
(4) ظہیر احمد صدیقی، ڈاکٹر، **تصوف، ہر انسان کی ضرورت**، (تخلیقات، لاہور، 2010ء)، ص10-13
(5) آل عمران 3:134۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

صوفیاء کرام نے انہی الٰہی اور نبوی تعلیمات کو اپنے طرزِ عمل، کردار، اور سلوک کے ذریعہ معاشرے میں عملی شکل دی۔ انہوں نے اپنی وسعتِ قلبی، بلند اخلاق، اور نرم مزاجی سے معاشرتی ہم آہنگی اور مذہبی رواداری کو فروغ دیا۔ ان کی خانقاہیں تمام مذاہب، اقوام اور طبقات کے لیے امن و سکون کا مرکز تھیں، جہاں کسی کے عقیدے، رنگ، نسل یا زبان کی بنیاد پر کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جاتا تھا۔ صوفیائے کرام کے نزدیک تمام انسان اللہ کی مخلوق ہیں اور ان سے محبت کرنا دراصل خالقِ حقیقی سے محبت کا مظہر ہے۔ وہ فرماتے ہیں": خلقِ خدا سے محبت کرنا، محبتِ الٰہی کی اولین شرط ہے۔" صوفیاء کی تعلیمات میں رواداری صرف ایک سماجی رویہ نہیں بلکہ ایک روحانی تربیت کا حصہ ہے، جس میں انسان اپنی ذات کے دائرے سے نکل کر کائنات کے ہر ذی روح کے لیے خیر خواہی اور ایثار کا جذبہ رکھتا ہے۔ وہ دینِ اسلام کی تبلیغ کے لیے بھی تلوار یا زور زبردستی کا سہارا نہیں لیتے تھے، بلکہ اپنے اعلیٰ اخلاق اور پاکیزہ کردار سے لوگوں کو متاثر کرتے اور اپنے قریب لاتے۔ یہی وجہ ہے کہ برصغیر میں اسلام کی اشاعت میں صوفیائے کرام کا کردار نہایت فیصلہ کن اور مؤثر رہا ہے۔(1)

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا قول ہے: جو شخص بھوکے کو کھانا دیتا ہے، پیاسے کو پانی پلاتا ہے، مظلوم کی دادرسی کرتا ہے، وہ ہمارا دوست ہے، خواہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ یہی عالمگیر طرزِ فکر ان کی خانقاہوں کو بین المذاہب ہم آہنگی کے مراکز بناتا رہا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت میں رواداری کی عملی مثالیں

نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں بھی رواداری کے بے شمار روشن نقوش موجود ہیں۔ ایک موقع پر ایک دیہاتی نے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا، صحابہ کرامؓ اس کی طرف لپکے کہ اسے سزا دیں، مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اسے چھوڑ دو، اور اس کے پیشاب پر پانی بہا دو، کیونکہ تم آسانی پیدا کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو، سختی کے لیے نہیں۔"(2)

یہ واقعہ صرف وسعتِ نظر اور رواداری کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ عملی زندگی میں اس کے نفاذ کا روشن نمونہ بھی پیش کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا یہ عمل بھی تاریخ کا روشن باب ہے کہ مکہ کے مشرکین کے ظلم و ستم کے باوجود، قحط کے زمانے میں ان کی مالی امداد بھجوائی۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کی مشرک والدہ ان سے ملنے آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ صلہ رحمی کی اجازت دی۔(3) یہ تعلیمات غیر مسلموں سے بھی حسن سلوک اور رواداری پر زور دیتی ہیں۔

صوفیاء کا رویہ غیر مسلم اقوام کے ساتھ

اسلامی شریعت نے اہلِ کتاب کے ساتھ مخصوص رعایتیں دی ہیں، جیسا کہ ان کا ذبیحہ حلال قرار دیا گیا اور ان کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی۔ صوفیاء کرام نے اس قرآنی منہج کو عملی طور پر اپنایا اور غیر مسلموں سے میل جول اور حسن سلوک کو دینی فریضہ

---

(1) ظہیر احمد صدیقی، ڈاکٹر، **تصوف، ہر انسان کی ضرورت**، (تخلیقات، لاہور، 2010ء)، ص 50-58۔

(2) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب قول النبی ﷺ يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا ، رقم الحدیث:69۔

(3) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الھبة، باب الھدیة للمشرکین، رقم الحدیث 2620۔

سمجھا۔ ان کے دربار سب کے لیے کھلے ہوتے، ان کی زبان سے کسی مذہب، عقیدے یا قوم کے خلاف نفرت انگیز کلام سننے میں نہ آیا۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیاء کرام کے طرزِ عمل سے متاثر ہو کر لاکھوں غیر مسلم اسلام کی طرف راغب ہوئے۔ ان کے ہاں تبلیغِ دین کا محرک خالص انسان دوستی اور خیر خواہی تھا، نہ کہ اقتدار یا غلبے کی خواہش۔

عصرِ حاضر میں رواداری کی اہمیت

موجودہ دور میں جب دنیا مذہبی تعصب، لسانی و نسلی تفریق، اور سیاسی مفادات کی بنیاد پر بٹی ہوئی ہے، صوفیاء کرام کا پیغامِ رواداری نہایت موزوں اور موثر معلوم ہوتا ہے۔ دہشت گردی اور مذہبی انتہاپسندی کو کسی مذہب سے جوڑنا دراصل انسانیت دشمنی ہے۔ اگر آج کے معاشرے میں صوفیاء کی روایات کو زندہ کیا جائے، تو ایک ایسا ماحول جنم لے سکتا ہے جہاں محبت، برداشت، عدل و انصاف اور انسانی احترام کا بول بالا ہو۔ رواداری صوفیائے کرام کے اخلاقی منہج کی بنیاد ہے، جو صرف ایک سماجی قدر نہیں بلکہ ایک روحانی ذمہ داری ہے۔ انہوں نے معاشرے کو درگزر، تحمل، ایثار اور انسان دوستی کا درس دے کر انسانیت کو اس کی اصل پہچان دی۔ اسلام کی حقیقی تصویر کو اگر کسی طبقے نے عملی زندگی میں واضح کیا ہے تو وہ صوفیاء کرام ہی ہیں، جنھوں نے دنیا کو نہ صرف دینِ حق سے روشناس کرایا بلکہ اخلاقِ حسنہ کی وہ بلند مثالیں قائم کیں جن پر عمل پیرا ہو کر آج بھی انسانیت امن اور سکون حاصل کر سکتی ہے۔

خلاصہ بحث و نتائج

- موجودہ دور میں معاشرتی عدم برداشت، مذہبی و لسانی تعصب، اور انتہاپسندی نے اخلاقی اقدار کو گہنایا ہے۔ انسان دوسروں پر تنقید میں تو پیش پیش ہے لیکن خود احتسابی، حلم، اور برداشت جیسی صفات مفقود ہوتی جا رہی ہیں۔
- صوفیاء کرام نے فرد کی باطنی اصلاح کو بنیاد بنا کر معاشرے میں اخلاقی اقدار کو فروغ دیا۔ ان کا منہج محض وعظ و نصیحت نہیں، بلکہ ان کی عملی زندگی اخلاقی تربیت کا عملی مظہر تھی۔
- انہوں نے عبادت کو صرف رسم تک محدود نہیں رکھا، بلکہ اسے انسان دوستی، اخلاص، اور خدمت خلق کے ساتھ جوڑا۔
- صوفیاء نے انسانیت کو مذہب، قوم، نسل اور زبان سے بالاتر ہو کر دیکھا۔ ان کے پیغام کا مرکز محبت، مساوات، اور احترامِ انسانیت تھا۔ ان کی خانقاہیں ہر مذہب، ذات، اور طبقے کے لوگوں کے لیے کھلی تھیں، جو رواداری کی عملی مثال تھیں۔
- صوفیاء کرام نے نوجوانوں اور مریدین کی تربیت سادگی، قناعت، صبر، اور عفو و درگزر کے اصولوں پر کی۔ ان کے ہاں علم و عمل کی یکجائی اور کردار کی پختگی کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی تھی۔
- صوفیاء کی تعلیمات آج کے معاشرتی بگاڑ کا ایک مؤثر علاج پیش کرتی ہیں۔ خاص طور پر نوجوان نسل کے اندر

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

برداشت، خدمتِ خلق، اور باہمی احترام کے جذبات پیدا کرنے کے لیے ان تعلیمات کو نصاب اور سماجی اداروں کا حصہ بنانا ضروری ہے۔

- صوفیاء کرام کا منہج سراسر اخلاق، روحانیت، اور انسان دوستی پر مبنی تھا جو عصرِ حاضر کے انسان کے لیے مشعلِ راہ ہے۔
- صوفیاء نے محبت، رواداری، اور اخلاص پر مبنی عملی کردار کے ذریعے معاشرے میں مثبت تبدیلیاں پیدا کیں۔ ان کی تعلیمات مذہب، قوم یا نسل کی حدود میں محدود نہیں تھیں، بلکہ عالمی انسانی اقدار کی نمائندگی کرتی تھیں۔ صوفیاء کا خانقاہی نظام فرد کی روحانی و اخلاقی تربیت کا مؤثر ذریعہ تھا، جسے آج کے تعلیمی و تربیتی نظام میں شامل کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔
- عصرِ حاضر کی معاشرتی بیماریوں (تعصب، انتہاپسندی، عدم برداشت) کا علاج صوفیاء کی تعلیمات میں موجود ہے، بشرطیکہ انہیں اخلاص کے ساتھ اپنایا جائے۔